ISSN: 2959-2224 (Online) and 2959-2216 (Print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/uas/index
Publisher by: Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

مقاصدِ شریعت کی روشنی میں مُدَارات اور مُدَاہَنَت کے معیارات

The Standards of Mudarat (leniency for religious expediency) and Mudahant (leniency for worldly interest) in the Light of Shariah Objectives

Abdul Rauf*
Lecturer, KIPS Group of Collges Lahore

Abstract:

The religion given by Allah is based on wisdom and wisdom. But following the rules of religion is not limited to knowing the wisdom, because the human intellect is limited and it is not necessary for him to know all the wisdom of Allah Almighty. Hazrat Shah Waliullah writes about this: It is not permissible to pause in following the rules of the Shari'ah, as long as they are proven by authentic narrations, until their expedients are known. Islam in terms of its word, meaning and title is generally the name of peace and security, well-being and security. In other words, Islam is the name of not only being safe and free from corruption and death, but also keeping everyone safe and free. This is the reason why every aspect of Islam and the teachings of Sahib-e-Islam encourages and guarantees goodness, well-being, population, development and peace and security. Moreover, the family, social, social and economic purpose of Muslims with non-Muslims. Guidance on the relationship of each species is also available.

Keywords: Mudarat, Mudahant, Maqasid al-Shariah, Islamic jurisprudence, religious leniency, ethical dilemmas

تعارف:

انسانی تعلقات کا مسئلہ سماج کا سب سے اہم اور نازک مسئلہ ہے۔ اس کی اہمیت اور نزاکت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب کہ سماج میں مختلف افکار و نظریات اور عقائد و مذاہب کے ماننے والے ساتھ رہتے ہوں۔ ان کا طرز حیات اور ان کی تہذیب و معاشرت ایک دوسرے سے الگ ہو۔ اس صورت حال میں ظلم و زیادتی حق تلفی اور ناانصافی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں اور عدل وانصاف اور حقوق کی ادائیگی میں فکری تعصبات، ذاتی اور قومی رجحانات اور سماجی عوامل رکاوٹ بننے لگتے ہیں۔ اس پر قابو پانا ہر مہذب اور صالح سماج کی اولین ضرورت ہے۔ (1)

اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ دین مصالح اور حکمتوں کا پر مبنی ہے۔ مگر احکامِ دین پر عمل حکمتوں کے جاننے پر موقوف نہیں ہے، کیوں کہ عقل انسانی محدود ہے اور ضروری نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام حکمتوں کو جان لے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ اس بارے میں لکھتے ہیں: احکام شریعہ

* Email of corresponding author: abdulrauf.sanawan@gmail.com

پر عمل کرنے میں، جب کہ وہ صحیح روایت سے ثابت ہو جائیں، ان کی مصلحتوں کے جاننے تک توقف کرنا جائز نہیں۔[2] اِسلام اپنے لفظ، معنی اور عنوان کے لحاظ سے کلیتاً امن و سلامتی، خیر و عافیت اور حفظ و امان کا نام ہے۔[3] بالفاظ دیگر اِسلام فساد و ہلاکت سے نہ صرف محفوظ و مامون ہونے بل کہ ہر کسی کو محفوظ و مامون رکھنے کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اِسلام اور صاحبِ اِسلام کی تعلیم کا ہر پہلو بھلائی، خیریت، آبادی، ترقی اور امن و سلامتی کی ترغیب اور ضمانت دیتا ہے۔ اس سے بڑھ کر مسلمانوں کے غیر مسلموں کے ساتھ خاندانی، سماجی، معاشرتی اور معاشی الغرض ہر نوع کے تعلق کے بارے میں بھی رہنمائی میسر ہے۔

اِسلام اپنی زیر نگرانی جو تکثیری سماج قائم کرتا ہے اس میں وہ دیگر اہل مذاہب کو شہریت کے حقوق، مذہبی آزادی اور کسی سے بھی معاہدے کا حق دیتا ہے؛ البتہ وہ حکومت کے مخالفین سے معاہدہ کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ دیگر اہل مذاہب (ذمیوں) کے سلسلے میں فقہی قاعدہ یہ ہے کہ "أن لهم مالنا، وعليهم ما علينا"[4] ترجمہ: ان کو وہ حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں اور ان پر وہ ذمے داریاں ہوں گی جو مسلمانوں پر ہیں۔

اِسلام نے اپنے عقیدے اور فکر کو عام کرنے کے لیے جبر واکراہ کے تمام طریقوں کو رد کر دیا ہے۔ ان میں سے ہر طریقہ اس کے نزدیک ناجائز اور ممنوع ہے۔ اس کے لیے اس نے صرف دعوت و تبلیغ کی راہ کھلی رکھی ہے۔ وہ اپنی بات دلائل کے ساتھ پیش کرتا ہے اور اسے قبول یا رد کرنے کی پوری آزادی دیتا ہے۔ اس نے صبر و ثبات کے ساتھ اپنا پیغام دوسروں تک پہنچانے اور مخالفت اور مزاحمت کو عزم و حوصلہ اور ہمت سے برداشت کرنے کا حکم دیا ہے۔ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ اهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا[5] ترجمہ: جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں اس پر صبر کرو اور ان کو اچھی طرح چھوڑ دو۔

سماجی تعلقات کے متعلق اسلام کی یہ ہدایات محض ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کے ساتھ تعلقات کے متعلق وارد نہیں ہوئیں بلکہ مسلم و غیر مسلم ہر دو سے سماجی تعلقات میں ان اقدار کو ملحوظ رکھنے کا حکم ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ معاشرتی تعلقات کے موضوع کو زیرِ بحث لاتے ہوئے فقہاء کرام نے تعلقات کی تین اقسام بیان کی ہیں۔ ان میں پہلی صورت موالات ہے۔ اس سے مراد قلبی اور دلی محبت ہے۔ یہ صرف ہم عقیدہ یعنی مسلمانوں کے ساتھ جائز ہے، کفار و مشرکین سے رازدارانہ تعلق، قلبی محبت، ان کا حقیقی احترام کہ جس سے کفر کا احترام لازم آئے، جائز نہیں ہے۔ اس طرح دوسری قسم مواسات ہے۔ اس کے معنی ہمدردی، خیر خواہی اور نفع رسانی کے ہیں، ایسے غیر مسلم جو برسرپیکار اور مسلمانوں سے جنگ کے درپے نہیں ہیں، وہ ہمدردی، خیر خواہی کے مستحق ہیں۔ جب کہ تیسری اور آخری قسم مُدارات ہے۔ اس سے مراد خوش خلقی اور ادب و احترام ہے۔ دینی مصلحت کی خاطر تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایمان لانے کے بعد سب سے بڑی دانائی مُدارات ہے۔"[6]

دین اِسلام میں آپسی تعلقات کے بارے مُدارات کے ساتھ ساتھ ایک اور اہم اصطلاح مُداہَنَت ہے۔ مُدارات کے معنی تو دینی مصلحت کی خاطر کسی کے ساتھ نرمی برتنا ہے جب کہ کسی دنیاوی مفاد کی خاطر دین کے معاملے میں رعایت دینا یا مفاہمت کرنا مُداہَنَت کہلاتا ہے۔[7] اِسلامی تعلیمات میں مُدارَات کی اجازت ہے بلکہ مُدارَات دنیوی اور اُخروی فائدوں کے قابل تحسین سمجھی جاتی ہے۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مداراة الناس نصف الإيمان۔[8] "لوگوں کے ساتھ مدارات کرنا نصف ایمان ہے"۔ علامہ ملا علی القاری لکھتے ہیں: "مُداہنَت ممنوع ہے اور مُدَارات مطلوب ہے۔ شریعت کی رُو سے مُداہنَت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص برائی کو دیکھے اور اُس کو روکنے پر قادر بھی ہو، لیکن برائی کرنے والے یا کسی اور کی جانب داری یا کسی خوف یا طمع کے سبب یا دینی بے حمیّتی کی وجہ سے اُس برائی کو نہ روکے۔[9]

اسی طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ایک اور روایت ہے: " تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کسی میں نہ ہوں تو ان کا کام مکمل نہیں ہے: گناہ سے بچانے والا ورع، لوگوں کے ساتھ مدارات کرنے والا اخلاق، اور بے عقلوں کی بیوقوفی کو دور کرنے والا حلم "[10] گویا مدارت کی بنیاد، دین کی حفاظت مصالح وقت کی رعایت اور ظالموں کے ظلم کو دور کرنے پر ہوتی ہے۔ اس کے برعکس شریعت اِسلامی میں مُدَاہنَت کی ممانعت ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اور مداہنت کی بنیاد اپنے نفس کے تحفظ اور اس کی خواہشات کی تکمیل، لوگوں سے منفعت و مفاد حاصل کرنے اور دین سے لاپرواہی پر ہوتی ہے۔

اللہ کی حدود میں غفلت و سستی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی جو حد (سزائیں) مقرر کی ہیں، ان کو طاقت وقدرت کے باوجود قائم وجاری کرنے میں لاپرواہی و غفلت کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے مُدَاہنَت کی ممانعت میں فرمایا: "وہ (کفار) چاہتے ہیں کہ آپ (دین کے معاملے میں) اُن سے (بے جا) نرمی برتیں تاکہ وہ بھی آپ سے نرمی برتیں[11] لیکن قرآن نے دوٹوک الفاظ میں فرمایا کہ دین کے اصولوں پر مفاہمت نہیں ہو سکتی۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: كَانُوْا لَايَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُؕ-لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ[12] ترجمہ: جو بری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے۔" خزائن العرفان میں اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: "آیت سے ثابت ہوا کہ نہی عن المنکر یعنی برائی سے لوگوں کو روکنا واجب ہے اور بدی کو منع کرنے سے باز رہنا سخت گناہ ہے۔[13]

عصر حاضر میں مسلمان اُمہ کئی ایک مسالک کے تحت فرقہ بندی میں تقسیم ہے۔ اس تقسیم کے تحت ہر فرقہ کچھ نہ کچھ دین میں غلو کا شکار ہے۔ دین کے معاملے میں عمومی سماجی رویہ یہ ہے کہ کوئی کچھ کرے، سماجی تعلق داری پر اُسے کچھ کہا نہ جائے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ "كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ"[14] دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اس آیت کریمہ پر کس طرح عمل کیا جائے۔ کیا محض سماجی تعلقات کی بنا پر دینی فریضہ سے منہ موڑ لیا جائے۔ اس آیت کریمہ کے حوالے سے صاحب بیان القرآن لکھتے ہیں کہ جس طرح تم پر اپنی اصلاح کے متعلق طاعت واجب ہے اسی طرح یہ بھی طاعت واجبہ میں داخل ہے کہ بقدر وسعت دوسروں کی اصلاح میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے طریقہ سے کوشش کرو، ورنہ مداہنت کی صورت میں ان منکرات کا وبال جیسے منکرات کے مرتکبین پر واقع ہو گا ایسا ہی کسی درجہ میں ان مداہنت کرنے والوں پر بھی واقع ہو گا۔[15] اس حوالے سے حضرت جریر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت بر حق رہنمائی کرتی

ہے کہ میں نے سرورِ کائنات ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ”کسی قوم میں جو شخص گناہوں میں سرگرم ہو اور وہ لوگ قدرت کے باوجود اس کو نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے اُنہیں عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔[16]

عصری تکثیری سماج میں ایک اور اہم مسئلہ دنیاداری کے لیے اغیار کے شعار کی تقلید ہے۔ محض دنیاوی فوائد (نوکری، مال و متاع، کاروباری سہولیات وغیرہ) کے لیے مذہبی شعار کو ترک کیا جارہا ہے۔حالاں کہ قرآن مجید میں اس کے لیے سخت وعید آئی ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد پاک ہے:” وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً-وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ“۔[17] ترجمہ: " اور اس فتنے سے ڈرتے رہو جو ہرگز تم میں خاص ظالموں کو ہی نہیں پہنچے گا اور جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔" گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتنوں، آزمائشوں اور عذاب سے ڈرایا ہے کہ اگر ظالموں پر عذاب نازل ہوا تو وہ صرف ظالموں تک ہی محدود نہ رہے گا بلکہ نیک و بد سب لوگوں پر یہ عذاب نازل ہو گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم فرمایا ہے کہ وہ اپنی طاقت و قدرت کے مطابق برائیوں کو روکیں اور گناہ کرنے والوں کو گناہ سے منع کریں اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو عذاب ان سب کو عام ہو گا اور خطاکار اور غیر خطاکار سب کو پہنچے گا۔[18] دنیاوی زندگی کا مشاہدہ بھی یہی ہے کہ ایک شخص کسی بستی میں گناہ کرتا رہتا ہے لوگ اس کو دیکھتے ہیں اور خاموش رہتے ہیں اس سے کنارہ کشی نہیں کرتے نہ اس پر کچھ تشدد کرتے ہیں تو اس شخص کی وجہ سے سیکڑوں بے گناہ عذاب میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔[19]

سائنس و ٹیکنالوجی کے باعث دنیا کے فاصلے سکڑ کر رہ گئے ہیں۔اب مسلمان جدید سہولیات کی خاطر کئی ایک لادینی ریاستوں میں رہتے ہیں یا کام کرتے ہیں۔ایسے ممالک میں بہت سارے مراحل اہل اسلام کو پیش آتے رہتے ہیں جب اسلامی شعائر یا معتقدات سے اغماض برتنے یا ان کو پس پشت ڈالنے یا کم از کم ان کو جدیدیت سے موافق شکل میں پیش کرنے پر بہت ساری مراعات اور سہولیات کی نوید سنائی جاتی ہے۔ عام انسان کو داڑھی ترک کرنے کے عوض؛ نوکری فراہم کرنے سے لے کر اعلیٰ درجات پر فائز کرنے کے لالچ دیے جاتے ہیں۔اسی طرح مسلمان قائدین کو دین کی کمزور نمائندگی کے عوض جدید سہولیات پر مبنی زندگی اور خطیر رقم کی عنایت کی جاتی ہے۔

ان تمام درجات کو قرآنی تناظر میں وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَیُدْهِنُوْنَ[20] اسے مُداہَنَت ہی کہا جائے گا۔علمائے اِسلام نے اس طرح کے طرز عمل کی مذمت کی ہے۔صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں کہ انسان کا اپنے دین یا اپنے معاملے میں مداہندت کرنا یہ ہے کہ وہ اس میں خیانت کرے اور خلاف واقع کا اظہار کرے۔ لہٰذا آیت کا مفہوم یہ ہو گا کہ پیغمبر بعض وہ کام ترک کر دیں جو مشرکین کو پسند نہیں ان کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے، تو مشرکین بھی کچھ ایسے کام چھوڑ دیں گے جو پیغمبر اسلام کو پسند نہیں۔اس طرح دونوں طرف سے ایک دوسرے کے لیے نرمی کا مظاہرہ ہو جائے گا۔[21]

اِسلامی تعلیمات کی روسے دینی فریضہ یہ ہے کہ مسلمان کو اپنے دین کے معاملے میں پختہ ہونا چاہیے اور دین کے معاملات میں کسی طرح کی نرمی اور رعایت سے کام نہیں لینا چاہئے لیکن افسوس کہ آج کل مسلمان اپنے نفسانی معاملات میں تو انتہائی سختی سے کام لیتے ہیں اور کسی طرح کی رعایت کرنے پر تیار نہیں ہوتے جبکہ دین کے معاملے میں بہت نرم اور کمزور نظر آتے ہیں، کسی کو برائی کرتے ہوئے، اسلام کے احکامات کو پامال کرتے ہوئے اور اسلام کے احکامات کا مذاق اُڑاتے ہوئے دیکھ کر، اسے روکنے پر قادر ہونے کے باوجود اس کی رعایت کرتے ہوئے یا کسی لالچ کی وجہ سے اسے نہیں روکتے اور جب کسی سے اپنی ذات کو تکلیف پہنچے یا ان کا کوئی نقصان کر بیٹھے تو خوب شور مچاتے ہیں اور بعض مسلمان کہلانے والے تو ایسے ہیں کہ یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر کفار سے دوستی اور محبت کے رشتے قائم کرتے، ان کی خاطر اسلام کے بعض احکامات پر عمل کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔(22)

ایسے طرز عمل کی جب ابتدائی ایام میں ضعف اِسلام کے وقت کوئی گنجائش نہ تھی تو آج قربِ قیامت دورِ فتن میں مُداہَنت کے ایسے راستے کھولنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس حوالے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسلام کے داعی اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نبوت کے اولین دور کو دیکھا جائے تو مکہ کا ابتدائی دور ضعف اِسلام کا زمانہ تھا۔ آگے بڑھنے کے لیے ہر قسم کی معاونت کی شدید حاجت تھی، نہ صرف یہ کہ معاونت کی حاجت ہے بلکہ اہل اسلام کی مظلومیت کا دور دورا ہے اور قوی امکان ہے کہ اِسلامی اُصولوں میں کچھ نرمی کرنے سے دیگر کوئی فائدہ نہ بھی حاصل ہو تو کم از کم کمزور مسلمانوں کے ساتھ ہو رہے ظالمانہ سلوک میں کافروں کی طرف سے کچھ کمی برتی جائے۔ ایسے حوصلہ شکن حالات کے باوجود دین میں کسی قسم کی مداہنت کی اجازت نہیں دی جا رہی، بلکہ کئی ایک آیات اور بہت سی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ماحول میں بھی آخری پیغمبر ﷺ نے اپنے اصحاب کو مسلسل صبر کی تلقین کی اور اسلامی اصولوں پر قائم رہنے کی تلین کی۔ کفار کی پیش کش پر ”فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا“(23) کی شان والے رسول کو بارگاہ الٰہی سے حکم ہوا کہ جھٹلانے والوں کی پیروی نہ کرو۔ تمہاری بے جا رواداری سے یہ ایمان نہ لائیں گے بلکہ اپنے کفر پر مزید اڑ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار و مشرکین سے دوستی کرنے اور ان سے محبت کا رشتہ اُستوار کرنے سے منع کیا اور اس سے بچنے کا حکم دیا ہے اور کفار سے دوستی اور محبت کرنے کو منافقوں کی خصلت بتایا ہے، چنانچہ منافقوں کی اس خصلت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَ لَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًاۙ-وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْؕ-وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ“(24) ترجمہ: کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ قسم ہے اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ہرگز تمہارے بارے میں کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یقیناوہ ضرور جھوٹے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دوستی، یگانگت، بین المذاہب اتحاد کے حوالے سے واضح تعلیمات فرمادیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: ”يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَۚ-وَ اتَّقُوا اللّٰهَ

اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ"[25] ترجمہ: اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنالیا ہے انہیں اور کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو۔

سورۃ النساء میں تو یہاں تک ارشاد فرمایا: "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ- اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا"[26] ترجمہ: اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کے لئے صریح حجت قائم کرلو۔ اور ارشاد فرمایا: "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ-وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ"[27] ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔ اور ارشاد فرمایا: "لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ-وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةًؕ-وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗؕ-وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ"[28] ترجمہ: مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر یہ کہ تمہیں ان سے کوئی ڈر ہو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ اور کفار سے دوستی کرنے والے منافقوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: "بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمَا۔ الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ-اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا"[29] ترجمہ: منافقوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا یہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ تو تمام عزتوں کا مالک اللہ ہے۔

ان تمام آیت کریمہ سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہی ہے کہ دنیا وہ مال و متاع دھوکہ ہے۔ جو شخص دین میں مداہنت کو مسلمانوں کے زوال کا علاج سمجھتا ہے وہ دھوکے میں ہے بلکہ اسلامی تعلیمات سے نرا بے خبر ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔ آج اگر محض ذاتی مقاصد کی خاطر یا دنیاداری کی خاطر فرض ادا نہیں کریں گے تو خسارے کے سوا کچھ نہیں۔ برائی ہوتی دیکھ کر اس سے نہ روکنے والوں کے بارے میں حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت کو سامنے رکھیے تو سب واضح ہو جاتا ہے۔ آپؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کی مقرر کردہ حدود میں غفلت و سستی کرنے والے اور ان حدود میں گر پڑنے والے یعنی گناہ کا ارتکاب کرنے والے کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو قرعہ ڈال کر کشتی میں بیٹھے ہوں (جیسے کسی سواری میں ایک ساتھ سفر کرنے والوں کی عادت ہوتی ہے کہ قرعہ وغیرہ کی صورت میں ہر شخص کی جگہ متعین کر دی جاتی ہے اور جس شخص کی جو جگہ متعین ہوتی ہے وہ اسی جگہ پر بیٹھتا ہے) چناں چہ ان میں سے بعض لوگ کشتی کے نیچے کے حصے میں ہوں اور بعض لوگ اس کے اوپر کے حصے میں پھر جو لوگ کشتی کے نیچے کے حصے میں ہوں وہ جب پانی لینے کے لئے اوپر کے حصے میں آئیں تو اس حصے میں بیٹھے ہوئے لوگ اس شخص کے آنے جانے کی وجہ سے تکلیف محسوس کرنے لگیں (جو پانی لانے کے لئے اوپر جائے اور وہاں کے لوگوں کے درمیان سے گزرے) لہٰذا نیچے کے حصہ والوں میں ایک شخص (اوپر والوں کی تکلیف و ناگواری کو دیکھ کر) یہ کرے کہ کلہاڑا لے کر کشتی کی سطح کو توڑنا شروع کر دے اور پھر اوپر کے لوگ اس کے پاس آئیں اور کہیں کہ یہ تمہیں کیا ہوا ہے (یعنی یہ تم کیسا

بے تکا کام کر رہے ہو کہ کشتی کی سطح کو توڑ رہے ہو اور تمام کشتی والوں کی زندگیوں کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہو؟) اس پر وہ شخص یہ جواب دے کہ جب میں (پانی لینے کے لئے) اوپر جاتا ہوں اور تم لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوں تو تم تکلیف و ناگواری محسوس کرتے ہو اور میں پانی حاصل کرنے پر مجبور ہوں (خواہ اس کے لئے مجھے کشتی کی سطح ہی کو کیوں نہ توڑ کر پانی کی جگہ نکالنی پڑے) ایسی حالت میں (دو ہی صورتیں سامنے ہو سکتی ہیں) یا تو لوگ اس شخص کے ہاتھ کو روکیں (یعنی اس کو کشتی کی سطح نہ توڑنے دیں) تا کہ اس کو بھی اور خود اپنے آپ کو بھی (غرقابی اور ہلاکت سے) بچائیں یا اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں (یعنی کشتی کی سطح توڑنے سے اس کو نہ روکیں) اور پھر اس کو بھی ہلاکت میں ڈالیں اور خود بھی ہلاک ہو جائیں۔[30]

آج مسلمانوں کے درمیان ہر نو پید نظریہ کے بعض پہلوؤں کو اسلام سے ہم آہنگ دکھا کر اس کے سامنے سجدہ ریزی کی دعوت دینے والے مداہنت پسند دانشوروں کو یہ سمجھانا بہت دشوار ہے کہ سیکولر اصولوں پر مبنی ایمان سوز بھائی چارے کے طریقے اِسلام میں روزِ اول ہی سے ممنوع قرار دیے گئے ہیں۔ آج مسلمان اَمرُ بِالْمَعْرُوف یعنی نیکی کی دعوت دینا اور نَھِی عَنِ الْمُنْکَر یعنی برائی سے منع کرنے کی مختلف صورتوں کے بارے میں علم حاصل نہیں کرتا تو مداہنت یعنی برائی دیکھ کر اُسے منع کرنے کی طاقت ہونے کے باوجود منع نہ کرنے جیسے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج یہی ہے کہ بندہ اُن تمام صورتوں کا علم حاصل کرے جن میں برائی دیکھ کر اس کو روکنا ضروری ہے۔ مُداہنت کا دوسرا سبب یہ ہے کہ ہم قرابت داری کے باعث اپنا مذہبی فریضہ ادا نہیں کرتے۔ عام چلن یہ ہے کہ ایک بندہ جس شخص میں برائی دیکھ رہا ہے وہ اُس کا قریبی رشتہ دار ہے۔ لہٰذا یہ روکنے پر قادر ہونے کے باوجود اُسے منع نہیں کرتا۔ اس حوالے سے قرآن مجید کس قدر خوبصورت رہنمائی کی گئی ہے۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے: وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ[31] ترجمہ: اور اس شخص کی بات سے اچھی بات کس کی ہو گی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔

خلاصہ کلام

مغربی علوم سے بہرہ مند اور جدید نظریات سے مرعوب علماء پر بھی فرض ہے کہ وہ اسلامی تاریخی ورثے کا مطالعہ ضرور کریں اور اسلاف کے طرزِ عمل کا مطالعہ کریں۔ معروف کا حکم دینا اور منکر سے روکنا ملت کے ہر فرد کی انفرادی ذمے داری ہے۔ اسی طرح جب تک ملت کے ہر فرد کے اندر یہ شعور بیدار نہیں ہو گا اس وقت تک پوری ملت اجتماعی طور سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کا حق ادا نہیں کر سکتی ہے۔ جدید دنیا میں اپنی دینی شناخت بچائے رکھنے کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ مداہنت پر مبنی لچر پچر توجیہات سے عوام الناس کو آگاہ کریں کہ اسلام میں ایک حد بندی کر دی گئی ہے۔ مُداورت بعض حالات میں مستحسن ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے مُداہنت کی کوئی گنجائش نہیں۔

All Rights Reserved © 2024 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات وحواشی

1۔ جلال الدین عمری، مولانا، غیر مسلموں سے تعلقات اورُن کے حقوق، (دہلی: مرکزی مکتبہ اِسلامی پبلشرز، 2007)، ص11

Mawlana Jalal al-Din Omari, Ghair-Muslims sy T’aloqāt awr unky Huqūq, (Delhi: Markazi Maktabah Islami Publishers, 2007), p. 11.

2۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا خلیل احمد، (لاہور: کتب خانہ شانِ اِسلام، سن اشاعت)، ص6

Shah Wali Allah, Hujjatullah al-Balagha, translated by: Maulana Khalil Ahmad, (Lahore: Kutub Khan Shān e Islam, Sun Ishaat), p. 6

3۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری، قراردادِ امن، (لاہور: فرید ملت ریسرچ انسٹیٹیوٹ، 2016)، آرٹیکل 01، ص13

Dr. Muhammad Tahir al-Qadri, Qaradād e Aman, (Lahore: Farid e Millet Research Institute, 2016), Article 01, p. 13

4۔ علامہ محمد بن امین ابن عابدین شامی، ردالمحتار علی الدر المختار، (بیروت: دار المعرفۃ)، ج3ص307

Muhammad bin Amin Ibn Abidin Shami, Radd al-Muhtaar ‘ala al-Durr al-Mukhtar, (Beirut: Dar al-Ma’rifah), vol. 3, p. 307.

5۔ المزمل10:73

Al-Muzzammil 73:10

6۔ ابو بکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ، المصنف، دمشق: مؤسسۃ علوم القرآن، ۲۰۰۶ء2006)، حدیث نمبر:25428

Abu Bakr Abdullah bin Muhammad Ibn Abi Shaybah, Al-Musannaf, Damascus: Mua’ssisah ‘Ulūm al-Qurān, 2006), Hadith No. 25428

7۔ احمد بن محمد الصاوی، حاشیۃ الصاوی علی الجلالین، (حلب: مکتبہ مصطفی البابی الحلبی، 1941)پ12، ھود، تحت الایۃ:113، ج۳، ص936

Ahmed bin Muhammad Al-Şawi, Hashiyah Al-Şawī ‘Ala Al-Jalalayn, (Aleppo: Maktabah Mustafa Al-Babi Al-Halabi, 1941) p. 12, Ḥud, under the verse: 113, vol. 3, p. 936

8۔ ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی، اُصولِ کافی، (تہران: دار الکتب الاسلامیۃ، 2000)، ج:2، ص117

Abu J’afar Muhammad bin Yaqoūb Al-Kulaynī, U’sūl Kafi, (Tehran: Dar Al-Kutub Al-Islamiyah, 2000), vol. 2, p. 117

9۔ علی بن سلطان محمد القاری، مرقاۃ المفاتیح شرح اُردو مشکوۃ المصابیح، مترجم: مولانا راؤ محمد ندیم، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ)ج:9، ص:331

Ali bin Sultan Muhammad al-Qāri, Mirqāt al-Mafatīh Sharh Urdu Mishkāt al-Masabīh, translated by: Mawlana Raw Muhammad Nadeem, (Lahore: Maktabah Rahmaniyah), vol. 9, p. 331.

10۔ آیت اللہ محمد تقی، زادراہ، (بھبھانی پور: مجمع جہانی اہل بیت، 2007)، ص17

Ayatullah Muhammad Taqi, Zad Rāh, (Behbehani Pur: Majm’a Jahani Ahl al-Bayt, 2007), p. 17

11۔ القلم8:68

Al-Qalam 68: 8

12۔ المائدۃ79:5

Al-Ma'idah 5: 79

13۔ سید محمد نعیم الدین، کنز الایمان مع تفسیر خزائن العرفان، (کراچی: مکتبۃ المدینہ، 2011)ص234

Syed Muhammad N’aīm al-Din, Kanzal al-E’īmān m’a Tafsīr Khazā’in al-‘Irfān, (Karachi: Maktabah al-Madinah, 2011), p. 234.

14۔ آل عمران110:3

Āl-e-‘Imrān 3: 110

15۔ ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن، (لاہور: قرآن اکیڈمی، 2008)، ج:4، ص73

Dr. Asrar Ahmad, Bayan al-Qur'ān, (Lahore: Quran Academy, 2008), vol. 4, p. 73.

16۔ ابو داؤد سلیمان بن اشعث الجستانی، السنن، کتاب الملاحم، باب الامر والنہی، 4 /164، حدیث نمبر: 4339

Abu Dawud Suleiman bin A'sh'ath Al-Sajistānī, Al-Sunan, Hadith No. 4339

17۔ الانفال8:25

Al-A'nfāl 8:25

18۔ امام فخر الدین رازی، تفسیر کبیر، (بیروت: دار الفکر، 1981)، الانفال، تحت الآیۃ :25، 5 /473

Imam Fakhruddīn Rāzī, Tafsīr Kabīr, (Beirut: Dar Al-Fikr, 1981), Al-A'nfāl, under the verse: 25, 5/473

19۔ مولانا عبد الباری، تجدید تعلیم و تبلیغ، (کراچی: نفیس اکیڈمی، 1962)، ص239

Maulana Abdul Barī, Tajdīd-e-T'alīm-o-Tablīgh, (Karachi: Nafis Academy, 1962), p. 239.

20۔ القلم68:9

Al-Qalam 68: 9

21۔ امام فخر الدین رازی، تفسیر کبیر، القلم، تحت الآیۃ :9، 6 /344

Imam Fakhruddīn Rāzī, Tafsīr Kabīr, Al-Qalam, under the verse: 9, 6/344

22۔ مفتی ابو صالح محمد قاسم، صراط الجنان فی تفسیر القرآن، (کراچی: مکتبۃ المدینہ، 2013)، سورۃ القلم، تحت الآیۃ :9

Mufti Abu Salih Muhammad Qasim, Ṣirāt al-Jinān fi Tafsīr al-Qur'an, (Karachi: Makatabah Al-Madina, 2013), Surat Al-Qalam, under verse: 9

23۔ الکہف18:6

Al-Kahf 18-6

24۔ الحشر59:11

Al-Ḥashr 59:11

25۔ المائدہ5:57

Al-Ma'idah 5:57

26۔ النساء4:144

Al-Nisa' 4:144

27۔ التوبہ9:23

Al-Tawbah 9:23

28۔ آل عمران3:28

Āl-e-'Imrān 3:28

29۔ النساء4:138۔139

Al-Nisa' 4:138139

30۔ محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الشہادات، باب القرعۃ فی المشکلات، ج:2، ص208، حدیث نمبر:2686

Muhammad bin Ismail Bukhari, Al-Jami' Al-Ṣaḥīḥ, Hadith No. 2686

31۔ حم السجدۃ41:33

Ḥā-Mīm al-Sajdah 41:33